خلاصہ مضمون:

١۔ اسلام کی دعوت بالکل واضح دوٹوک انداز میں پیش کرنی چاہیے، جس پر اہل کفر ونفاق کی طرف سے منفی ردعمل ایک تاریخی اور مسلّمہ حقیقت ہے؛ بلکہ یہ ردعمل دعوت کی پختگی کا ایک پیمانہ بھی ہے۔

٢۔ دین اسلام ہر دور، ہر علاقے اور ہر طرح کے حالات کے لیے یکساں اہمیت کا حامل ہے۔اس کو خاص دور، علاقے اور حالات کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جاسکتا۔

٣۔ اسلام کفر کے ساتھ مصالحت کا روادار نہیں؛ بلکہ ہر شعبے میں اس کی اپنی ابدی اور لازوال اقدار وتعلیمات ہیں۔

٤۔ موجودہ گلوبائزیشن کے سیلاب میں بہہ کر امت کا بڑا حصہ اپنے بنیادی عقائد سے دور ہوگیا ہے، جس کی وجہ سے عقیدہ "الولاء والبراء" (دوستی ودشمنی) پس منظر میں چلا گیا ہے۔اس کو پھر سے ذہنوں میں پختہ کرنے کی ضرورت ہے۔

٥۔ منافقین آستین کے سانپ ہیں، جن کی وجہ سے امت نے بڑے زخم کھائے ہیں۔اور طاغوت کی بالادستی بھی انہی کے دم قدم سے ہے۔اس لیے ان کی پہچان بہت ضروری ہے۔

٦۔ نبی ﷺ کی خوشخبریاں امت کی دوبارہ اٹھان اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی واضح دلیل ہیں، جن میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

٧۔ موجودہ حالات بظاہر مایوس کن ہیں؛ مگر حقیقت میں صبح نو کی نوید بھی ہے۔ جو ہر باشعور مسلمان کو نظر آرہا ہے۔ تیزی سے بدلتے ہوئے حالات نبی ﷺ کی خوشخبریوں کی تصدیق کررہے ہیں۔

٨۔ امت کی زبوں حالی کا بنیادی سبب اسوۂ حسنہ سے دوری ہے۔اور تبدیلی حالات کے لیے بھی غیر مسنون طریقوں کے اختیار کرنے کی وجہ سے طاغوت کی بالادستی کو مزید وقت مل رہا ہے۔

٩۔ "جمہوریت" احیائے خلافت کے لیے ہرگز درست نہیں ہے۔اس کے نقصانات ان گنت ہیں۔سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ یہ ہمارے عقیدے میں ہی فساد پیدا کرتا ہے۔

١٠۔ کامیابی کا راستہ فقط قرآن وسنت اور سلف صالحین کا راستہ ہے۔انقلاب کے نبوی منہج پر چل کر ہی خلافت کا قیام ہوگا، جس کی یقینی خبر ہمیں صادق ومصدوق ﷺ نے خود دی ہے۔

اللہ پاک ہمیں معروضی حالات کو سمجھنے اور اپنا فریضہ خوش اسلوبی سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

اخوت اسلامی قسط:۱۸

صحابہ کرامؓ روئے زمین کا افضل طبقہ

ابوعبداللہ

خلیفہ رسول ﷺ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

خلافت کا بارِگراں: رسول اللہ ﷺ کی وفات فاجعہ کے بعد انصار رضی اللہ عنہم سقیفہ بنو ساعدہ میں، حضرت علی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہؓ کے گھر میں، جبکہ باقی تمام مہاجرین رضی اللہ عنہم اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بنو عبدالاشہل میں جمع ہو گئے۔ سقیفہ بنوساعدہ میں انصار برادری رضی اللہ عنہم کے جمع ہونے کی خبر آئی؛ جبکہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی وفات کے حوالے سے مصروف ومغموم تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: " **فبينما نحن في منزل رسول الله ﷺ إذا برجل ينادي من وراء الجدار اخرج إليّ يا ابن الخطاب" فقلت: إليک عني فإني مشغول، قال: اخرج إليّ فإنه قد حدث أمر أن الأنصار اجتمعوا فأدرِكوهم قبل أن يحدثوا أمراً يكون بينكم فيه حرب، فقلت لأبي بكر: انطلق ......"**

ترجمہ "ہم رسول اللہ ﷺ کے مکان میں جمع تھے، ناگہاں ایک شخص دیوار کے باہر سے پکار رہا تھا" خطاب کے بیٹے باہر نکل" میں نے کہا" آپ چلے جائیں، میں مصروف ہوں۔" وہ کہنے لگا: آپ ضرور نکل آیئے، کیونکہ ایک اہم کام رونما ہو چکا ہے، وہ یہ کہ انصار الگ سے جمع ہو چکے ہیں، آپ لوگ اس سنگین موقع پر کنٹرول کیجئے کہ کہیں تیر کمان سے نکل نہ جائے پھر تمہارے مابین جنگ برپا ہوگی۔ تب میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: چلیے......" [فتح الباری کتاب الحدود ح ۶۸۳۰] اسی طرح حضرات زبیر، طلحہ، علی مرتضیٰ، ابوبکر صدیق، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم جیسے کبار صحابہ، انصار اور مہاجرین ناگہانی طور پر تین مقامات میں مسئلہ خلافت کا حل ڈھونڈنے کے لیے جمع ہو گئے، کیونکہ وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے سربراہ اعلیٰ امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی رحلتِ فاجعہ کے بعد اہل اسلام بلا خلیفہ کے رہ نہیں سکتے۔ اس حوالے سے آپ نے دیکھا کہ مذکورہ تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ کے جسدِ اطہر کی تجہیز وتکفین جیسے اہم معاملہ کو بھی اس نازک وخطرناک معاملہ کے مقابلہ میں ملتوی کرنا ضروری سمجھا۔ اس حوالے سے اصحاب رسول ﷺ بعد میں آنے والے کسی بھی فرد سے زیادہ اس معاملہ کی نزاکت واہمیت کو محسوس کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ مفسدت اور مصلحت کے تعارض کی صورت میں ردِ مفاسد، حصولِ مصالح پر مقدم

ہے۔ پھر کسی خلیفہ ورہنما کے سایے تلے نبی اکرم ﷺ کی تجہیز وتکفین کا معاملہ سرانجام دے سکتے تھے۔ چنانچہ معاملہ ایسا ہی ہوا۔ ان پاکباز نفوس قدسیہ سے اللہ تعالیٰ نے اسی مصلحت کے مطابق کام لیا۔ اگر مسئلہ خلافت کا بیڑہ پار لگانے میں تھوڑی دیر کوتاہی ہوجاتی تو شاید معاملہ ایسا بگڑ جاتا کہ ایک طویل وعریض فتنہ کی جڑ پکڑتی اور ناپسندیدہ واقعات رونما ہوتے۔ جس کا اندازہ اس اطلاع دینے والے جہاندیدہ صحابی ؓ اور حضرت عمر ؓ کے مابین ہونے والی گفتگو سے ہوتا ہے، جب آپ اور دیگر اصحاب کرامؓ نبی ﷺ کے مکان میں آپ ﷺ کی وفات کے سانحے میں نڈھال تھے۔ آپ ؓ شروع میں کمرہ سے باہر نہیں نکلے، جب اس صحابی نے سختی کے ساتھ نکلنے کو کہا۔ بلکہ آپ نے جواب دیا " فإني مشغول " میں تو مصروف ہوں۔ تو اس نے دوبارہ زور دے کر کہا: "جلد از جلد نکلو کیونکہ انصار ایک جگہ اکٹھے ہو چکے ہیں۔ آپ لوگ جا کر اس نازک معاملہ پر کنٹرول کرلو، ورنہ بعد میں جنگ وجدال کی حد تک ناخوشگوار واقعہ رونما ہوسکتا ہے۔" [صحیح بخاری فضائل صحابہ باب ٥ ح ٣٦٦٨] آپ نے دیکھا کہ مسئلہ خلافت تمام صحابہ کرام ؓ کے نزدیک تمام معاملات سے بھی اہم تھا اور وہ سب جانتے تھے کہ: "الناس فوضى لاسراة لهم ولا سراة إذا جهالهم سادوا"

اکابر صحابہ مہاجرین وانصار، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرات ابوبکر وعمر ؓ سب کے سب کم وبیش اپنے ہم خیال ساتھیوں یا عوام کے ساتھ صلاح ومشاورت میں مصروف ہوئے۔ جب یہ فلسفہ کسی کو سمجھ میں آئے گا تو اس گستاخانہ الزام کو بودہ سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ اصحاب کرام ؓ رسول اللہ ﷺ کی نعش پاک کو کمرے میں چھوڑ کر خلافت کے حصول کے لیے بھاگ دوڑ کرنے لگے۔ یہ حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی، بقیہ عشرہ مبشرہ، عباس، عقیل ؓ ودیگر تمام یارانِ نبی ﷺ کے ساتھ بدتمیزی ہے۔

وکم من عائب قولاً صحيحاً   وآفته من الفهم السقيم

سقیفہ بنوساعدہ میں انصار صحابہ کرام ؓ نے ان کے فضائل اور استحقاق خلافت حوالے سے اپنے اپنے خیالات کا آزادی رائے کے ساتھ کھل کر اظہار کیا۔ اس کے بعد آپ ؓ نے انصار ومہاجرین کے مقام ومرتبہ پر مشتمل ایک فصیح وبلیغ شاہکار خطبہ دیا۔ اور تھوڑی دیر کے ردّ وقدح کے بعد مشاورتی طریقے سے فوراً آپ ؓ کے ہاتھ پر عوامی بیعت مکمل ہوئی۔

امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ ؓ نے حضرت امیر معاویہ ؓ کو ایک سرکاری خط میں لکھا ہے: " إنه بايعني القوم الذين بايعوا ابابكر وعمر وعثمان على ما بايعوهم عليه، فليس للشاهد أن يختار ولا للغائب أن يرد ، وإنما الشورىٰ للمهاجرين والأنصار، فإن اجتمعوا على رجل وسموه إماماً كان ذلك لله رضا، فإن

خرج من أمرهم خارج بطعن أوبدعة ردوه إلى ما خرج منه فإن أبى قاتلوه على اتباعه غير سبيل المؤمنين وولّاه الله ما تولّى" ترجمہ "جن لوگوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کی تھی، انہوں نے اسی اصول کے مطابق میری بیعت کی ہے جس پر وہ ان کی بیعت کر چکے تھے۔ اس بنا پر جو حاضر مجلس تھے، انہیں پھر نظر ثانی کا حق نہیں، اور جو بروقت موجود نہ ہوا سے رد کرنے کا اختیار نہیں۔ شوریٰ کا حق صرف مہاجرین وانصار کو ہے، وہ اگر کسی پر ایکا کر لیں اور اسے خلیفہ کہہ کے پکاریں تو اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی سمجھی جائے گی۔ اگر کوئی ان کے فیصلے سے ہٹ کر طعنہ زنی یا نیا طریقہ اختیار کرتے ہوئے الگ ہو جائے تو اسے اسی طرف واپس لایا جائے گا، جہاں سے وہ منحرف ہوا ہے۔ اگر وہ انکار کرے، تو مؤمنین اس سے لڑیں گے کیونکہ وہ ان کے راستے سے دوسری راہ پر ہو لیا ہے۔ اور جدھر وہ پھر گیا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کو اسی طرف پھیر دے گا۔" [نهج البلاغه ترجمه مفتي جعفر حسين٣/ ٦٤٣ مكتوب نمبر٦]

علامہ سید ابوالحسن علی ندوی کہتے ہیں: "تمام مسلمانوں نے سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ اس عجلت کا مقصد یہ تھا کہ شیطان کو ان کے دلوں میں پھوٹ ڈالنے اور رخنہ پیدا کرنے کا موقع نہ ملے۔ اور نفسانی خواہشات سر اٹھا نہ سکیں۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری سفر پر اس حال میں روانہ ہوں کہ مسلمان ایک رشتہ میں منسلک اور پوری طرح متحد، ہم رنگ و ہم آہنگ ہوں، ان کا امیر موجود ہو، اور ان کے سارے معاملات کی دیکھ بال کر رہا ہو۔ حتی کہ خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین اور تدفین کا کام بھی امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کے ہاتھوں انجام پائے۔ [نبی رحمت ص ٥٤٨] شمائل الترمذی کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو غسل دینے کے موقع پر اختلاف ہوا، ہر ایک کا کہنا تھا کہ غسل ہم دیں گے۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ " أن يغسله بنو أبيه " آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل آپ کے عصبات ہی دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بیعت عامہ اور پہلا خطبہ: ابن اسحاق کا بیان ہے کہ سقیفہ بنو ساعدہ کی بیعت کے بعد دوسرے روز منبر نبوی کے پاس تمام مسلمانوں نے بیعت کی۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے بحیثیت خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا۔ جس میں حمد وثنا کے بعد فرمایا: "اے لوگو! مجھے تمہارا امیر بنا دیا گیا ہے، حالانکہ میں تم سب سے افضل نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو اگر غلطی کروں تو میری درستی کرو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تم میں سے کمزور آدمی میرے نزدیک طاقتور ہے، میں اس کا حق دلا کر دم لوں گا۔ تم میں سے طاقتور آدمی میرے نزدیک کمزور ہے، میں اس سے دوسرے کا حق لے کر رہوں گا۔ کوئی بھی قوم اللہ کی راہ میں جہاد ترک نہیں کرتی مگر اللہ تعالیٰ انہیں رسوائی سے دوچار کرتا ہے۔ کسی معاشرے میں بے حیائی عام نہیں ہوتی

مگر اللہ تعالیٰ انہیں آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔تم میری اطاعت کرتے رہو جب تک میں اللہ کی اطاعت کرتا رہوں۔ جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے لگوں تو میری اطاعت ضروری نہیں۔" [سیرت ابن هشام]

انہی ایام میں سیدۃ النساء فاطمہ وفات پا گئی۔آپ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے دوران چھے مہینے تک حضرت علی رضی اللہ عنہ تیمارداری میں مصروف رہنے کی وجہ سے پبلک لائف میں نہ آ سکے تھے۔سیدۃ النساء کی وفات کے بعد آپ باقاعدہ طور پر پبلک لائف میں آئے اور بیعت کی تجدید کرنے کے لیے صدیق اکبر کو گھر بلایا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمہ تشہد کے بعد فرمایا: "ہم آپ کی فضیلت اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے، اسے اچھی طرح جانتے ہیں۔اور جو خیر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہنچا دیا ہے، اس پر ہم نے کبھی مقابلہ نہیں کیا۔لیکن اس معاملے کو طے کرنے میں آپ نے ہم سے مشاورت نہیں کیا اور خود ہی طے کر لیا۔ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہونے کے ناتے سے اپنا حصہ سمجھے تھے۔" یہ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں اور شکوہ کا ازالہ کرتے ہوئے کہا "اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری کا لحاظ میری اپنی قرابت داری سے زیادہ عزیز ہے۔جہاں تک ان بعض اموال کے حوالے سے اختلاف کا تعلق ہے، میں نے بہتری کی تلاش میں کوتاہی نہیں کی ہے۔ اور نہ ہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑ دیا ہے۔بلکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہی چلا ہوں۔" یہ سن کر علی رضی اللہ عنہ نے کہا: "بیعت آج شام ہو گی۔" جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھی تو منبر پر چڑھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند مہینوں کے لیے بیعت نہ کرنے کی وجوہات سے عوام کو آگاہ کر دیا اور ان کی معذرت قبول کی۔اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور حمد وتشہد کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خوب حقوق بیان کیے۔اور کہا کہ کچھ وقت کے لیے آپ کی بیعت سے اس لیے پیچھے ہٹا نہیں تھا کہ ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کا ارادہ تھا، یا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا انکار تھا، یا حسد کا جذبہ کارفرما تھا۔بلکہ ہم سمجھتے تھے کہ خلافت کی گتھی کو سلجھانے میں ہمارا بھی حق ہے۔مگر آپ نے ہم نے مشورہ نہیں لیا جس پر ہمارے دلوں میں کچھ احساسِ محرومی پیدا ہوا تھا۔یہ سن کر تمام مسلمان خوش ہوئے اور معاً کہا "أصبت" آپ نے درست فرمایا۔جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بطریق احسن اس معاملہ کے ساتھ پیش آئے، تو تمام مسلمانوں کی الفت ومحبت آپ کے ساتھ ہو گئی۔ [صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوة خيبر ح ٤٢٤٢]

علامہ ابن ابی الحدید نے بیان کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "لم نغضب إلا للمشورة" "ہم صرف مشاورت کے حوالے سے ناراض ہوئے تھے۔[شرح ابن ابی الحدید ١/١٣٢]مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ حافظ ابن حجرؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ بیعت کی ہے پہلی دفعہ مسجد نبوی میں بیعت عامہ کے موقع پر، دوسری دفعہ بیعت تجدید

ورضا، جو فاطمہ الزہراءؓ کی وفات کے بعد ہوئی۔ حبیب بن ثابت کے قول سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ جناب علیؓ گھر میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک آنے والے نے کہا: ابوبکرؓ بیعت کے لیے تشریف رکھے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر آپؓ قمیص میں باہر نکلے، نہ چادر تھی نہ تہبند کہ دیر نہ ہو جائے؛ اسی حالت میں تشریف لا کر بیعت کی۔ ابوبکرؓ کے پاس بیٹھا، پھر چادر وغیرہ لینے بھیجا۔[تاريخ طبرى ٢/ ٤٤٧]

صحابہ کرام تلامذہ رسول اللہ ﷺ اس امر سے کہیں بالاتر تھے کہ وہ قیادت وریاست کے لیے مقابلہ کریں۔ وہ ہمیشہ اس چیز سے بدکتے تھے۔ خود ابوبکرؓ نے ایک بار فرمایا: ''اللہ کی قسم میں کبھی بھی امارت کا شوقین نہ تھا، نہ ہی اس کی چاہت رکھتا تھا، نہ ہی اللہ تعالیٰ سے اس کی طلب تھی۔ ہاں میں نے امت کے فتنے میں پڑنے سے خوف کھایا۔ مجھے خلافت وامارت میں کوئی آرام وراحت نہیں۔ البتہ میری گردن میں ناقابل برداشت بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ مجھے یہ پسند ہے کہ کوئی طاقتور مہاجر بھائی میری جگہ ہوتا۔''[مستدرك حاكم]

سیدنا ومولانا علیؓ کے پاس جب لوگ بیعت کرنے کے لیے پہنچے تو فرمایا " دعوني والتمسوا غيري فلأن أكون لكم وزيراً خير لكم من أن أكون أميراً" مجھے چھوڑ دو کسی اور کو ڈھونڈو، میرا تمہارے لیے وزیر ومشیر ہونا امیر ہونے سے بہتر ہے۔'' سیدنا علیؓ نے حضرت طلحہؓ وزبیرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''والله ما كانت لي في الخلافة رغبة ولا في الولاية إربة ولكنكم دعوتموني إليها وحملتموني عليها'' ''اللہ کی قسم! مجھے تو کبھی بھی اپنے لیے خلافت اور حکومت کی تمنا نہیں رہی۔ تم ہی لوگوں نے مجھے اس کی طرف دعوت دی اور اس پر آمادہ کیا۔''[نهج البلاغه خطبه ٢٠٣] اگر لوگ آپ کو نہ بلاتے اور مزید دنگا وفساد کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپؓ اس بوجھ کو قبول نہ کرتے۔

ہم اصحاب کرامؓ کو اپنے آئینے سے دیکھنے اور اپنے ترازو میں تولنے کی کوشش کرتے ہیں؛ بلکہ انہیں ہمارے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی لیے ہم خلافت وامامت کبریٰ کو اسی تناظر میں دیکھتے ہیں۔ حالانکہ ان کے نزدیک امامت کبریٰ ایک بارِ عظیم، گراں امانت اور بھاری بوجھ تھی۔ ہر کوئی اس سے بچنے کی کوشش کرتا تھا؛ لیکن جب ان کے ذمہ میں پڑ جاتی تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتے اور وہ خود بھی پوری صلاحیت وتوانائی صرف کر کے اس ذمہ داری کو نبھانے کی کوشش کرتے تھے۔ اسی لیے چار خلفاءؓ کے طرز خلافت کو " خلافة على منهاج النبوة" قرار دیا گیا ہے، جس کی نظیر پیش کرنا اس دور کے کسی بھی مثالی مسلمان حکمران سے ممکن نہیں۔ بلکہ اُس دور کے بد سے بدتر حکمران کی حکمرانی بھی ہمارے دور کے اچھے سے اچھے حکمرانوں کی حکمرانی سے تو کہیں بہتر تھی۔ جہاد قائم تھا، عدل وانصاف موجود تھا۔ شعائرِ اسلام کا نفاذ تھا، منکرات نہایت کم

تھے۔کوئی بھی کافر حکومتوں سے ڈکٹیشن نہیں لیتا تھا،کسی کافر ملک سے قرضے نہیں مانگتا تھا۔اگر لوگوں کو ان سے شکایت تھی یا بغاوت کی نوبت آتی تھی تو صرف اس لیے کہ یہ لوگ خلفائے راشدین ؓ کے طرز حکمرانی پر نہیں چلتے ہیں۔انہوں نے خلفائے راشدین کا مقدس دور دیکھا ہوا تھا،جو بعد میں آکر بتقاضائے بعد زمانی خلافت علی منہاج النبوت سے ہٹی ہوئی تھی۔

صدیق اکبر ؓ کی خلافت منصوص من النبی ﷺ تھی جلی یا خفی؟ یا شورائی طریقے سے تھی؟ ہر دو آراء موجود ہیں؛لیکن اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد آپ براہ راست خلافت بلافصل کے واحد حقدار تھے۔

❁ حضرت جبیر بن مطعم ؓ کا بیان ہے کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی۔آپ نے ان کا مسئلہ حل فرمایا اور ضرورت پیش آنے پر دوبارہ آنے کو کہا۔وہ کہنے لگی اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں؟ گویا وہ آپ کے وفات کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا:اگر مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آنا۔" [بخاری ح۳٦٥٩]

❁ حضرت حذیفہ بن الیمان ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا"لوگو!تم میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتداء کرو۔"[الترمذی مناقب ابی بکر وقال حدیث حسن]

اس قسم کی بکثرت احادیث اور واقعات موجود ہیں جو خوف طوالت سے چھوڑ دیے جاتے ہیں۔

❁ علامہ علی بن ابراہیم القمی آیت﴿ وإذ أسر النبی إلٰی بعض ازواجہ حدیثا﴾ کی شان نزول میں لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ حفصہ بنت عمر سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام قرار دیا اور تجھے ایک راز بتاتا ہوں کہ" إن أبا بکر یلی الخلافة بعدی ثم من بعدہ أبوک عمر" "میرے بعد ابوبکر اس کے بعد عمر خلیفہ ہوں گے۔کہنے لگی:آپ کو یہ بات کس نے بتائی؟ فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے۔"[تفسیر القمی، تفسیر صافی، المیزان فی تفسیر القرآن للطباطبائی ،تفسیر امام حسن العسکری ،تفسیر طبرسی المعروف بمجمع البیان تفسیر ابن مردویه]

❁ شہید کربلا امام حسین ؓ فرماتے ہیں کہ قیس بن سعد اور ابن الکواء کے ایک سوال کے جواب میں شہر بصرہ میں امیر المؤمنین علی ؓ نے فرمایا:"اگر یہ بات ہو کہ نبی ﷺ نے کوئی عہد کیا ہو،تو یہ بات بالکل صحیح نہیں ہے۔اللہ کی قسم میں نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی تھی۔اور اب میں سب سے پہلے آپ پر جھوٹ نہیں بولوں گا۔اگر اس معاملہ میں نبی ﷺ کی طرف سے کوئی عہد ہوتا،تو میں تیم بن مرۃ کو کبھی نہ چھوڑتا کہ وہ منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہوں......لیکن رسول کریم ﷺ نہ تو قتل ہوئے ہیں اور نہ آپ کی موت ناگہانی طور پر ہوئی۔آپ ﷺ بیماری میں کئی دن اور کئی راتیں رہے۔آپ کے پاس مؤذن آتا اور نماز کی اطلاع دیتا تو آپ ابوبکر کو حکم دیتے وہ لوگوں کو نماز پڑھائے؛حالانکہ میں بھی موجود ہوتا